سلسلۂ مواعظ
حکیم الامت
نمبر ۱

شاہراہِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

سلسلہ مواعظِ حلیم الامّت نمبر ۱

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

خلیفہ مجاز بیعت

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : شاہراہِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

واعظ : حکیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۶ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080اور+92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حکیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

پیش لفظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ عشق ومحبت کے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا،دورِ حاضر میں جس قدر مسلسل فتنوں کا ظہور ہورہاہے وہ بلاشبہ اہلِ فکر و نظر کے لیے قابلِ غور پہلو ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو نہ صرف ترک کردیا گیاہے بلکہ ان نت نئی بدعات کوجونہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آثار میں ان کا پتا ملتاہے، سنت بناکر پیش کیاجارہاہے اور نہایت زور وشور سے پھیلایا جارہاہے،جس سے بڑھ کر شاید کوئی ضلالت وگمراہی نہیں ہوسکتی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

شک نہیں کہ اس دور میں سنتوں کا اِحیاء اور بدعت کی پہچان اور اس کا رَد دین کی عظیم الشان خدمت اور اوّلین فریضہ ہے، یہ مختصر اور حد درجہ پُر اثروعظ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدّ ظلہم نے سنت وبدعت کے حوالے سے نہایت اثر آفریں کلام فرمایا ہے جس سے سنت و بدعت کا فرق روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتاہے اور سنتوں پر عمل اور بدعات سے بچنے کی ہمت وتوفیق ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نافع عام وخاص فرمائے۔ آمین

یکے از خدام

حضرت اقدس مولاناشاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

شاہراہِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[1]

ایک مہتم بالشّان آیت کا شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے، عرفہ کا موقع ہے جس کے فضائل بے انتہا ہیں، جمعہ کا دن ہے جو سیّد الایام ہے، مقام میدانِ عرفات ہے جو عرفہ کے دن اللہ ربّ العزت کی طرف سے نزولِ رحمت کا خاص مقام ہے، وقت عصر کا ہے جو عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے خصوصاً یومِ جمعہ میں مغرب سے قبل قبولیتِ دعا کی روایات کثرت سے آئی ہیں، حج کے لیے مسلمانوں کا سب سے عظیم اجتماع ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہیں جو کائنات کی عظیم ترین ہستیاں ہیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جبلِ رحمت کے نیچے اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہیں اور حج کے سب سے بڑے رکن وقوفِ عرفات میں مشغول ہیں۔ ان فضائل و برکات اور رحمتوں کے سائے میں یہ آیتِ کریمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

---

[1] المآئدۃ:٣

صحیح بخاری کی روایت ہے عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت عمر کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا اے امیر المومنین! اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہو، اگر ہم یہود پر یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے، قَالَ: أَيُّ اٰيَةٍ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا وہ کون سی آیت ہے؟ قَالَ تو اس نے کہا وہ آیت یہ ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" فَقَالَ عُمَرُ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ فِيْهِ، نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ ہمیں تو وہ دن اور جگہ بھی معلوم ہے جہاں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری، یہ جمعہ کا دن تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں کھڑے تھے۔[۲]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ جب یہ آیت کریمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو حسبِ دستور وحی کا بوجھ اتنا محسوس ہوا کہ اونٹنی عضباء اس بوجھ سے دبی جارہی تھی، یہاں تک کہ مجبور ہو کر بیٹھ گئی۔[۳]

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے، اس کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، صرف ترغیب وترہیب کی چند آیات نازل ہوئیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۹۱ دن دنیا میں بقیدِ حیات رہے،[۴] کیوں کہ ۱۰ ہجری کی نویں ذی الحجہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور ۱۱ ہجری کی بارہویں ربیع الاوّل کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے تشریف لے گئے۔ یہ آیتِ کریمہ جس شان واہتمام سے نازل ہوئی اس میں مسلمانوں کے لیے

۲۔ صحیح البخاری: ۲/۲۳۲ (۴۴۱۳)، باب حجة الوداع، المکتبة المظهرية

۳۔ تفسير القرطبی: ۶/۶۱، المآئدة (۳)، دار الکتب المصرية، القاهرة

۴۔ روح المعانی: ۲/۶۰، المآئدة (۳)، دار احياء التراث، بيروت

بہت بڑی خوشخبری اور بھاری انعام ہے۔ دینِ حق اور نعمتِ الٰہی کا انتہائی معیار جو اس عالم میں بنی نوع انسان کو عطا ہونے والا تھا وہ آج مکمل ہو گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے جو دینِ حق کا نزول اور ترویج شروع ہوئی آج وہ دین اور نعمت مکمل صورت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو عطا کی گئی یعنی اس کی تکمیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا جشن مناتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ انہوں نے کہا اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ۔ اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے خوشیاں منائیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب آپ کا قیام اس دنیا میں بہت کم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔[۵]

اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت کی شرح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کیا۔ تو یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر دین کی تکمیل آج ہوئی تو کیا پچھلے انبیاء کا دین ناقص تھا؟ تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تفسیر بحر محیط میں بحوالہ قفال مروزی نقل کیا گیا ہے کہ دین تو ہر نبی، ہر رسول کا اس کے زمانے کے اعتبار سے مکمل تھا۔ جس زمانے میں جس نبی پر شریعت نازل کی گئی، وہ اس زمانے کے لیے، اس قوم کے لیے مکمل تھی، لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کے علم میں یہ تفصیل پہلے سے تھی کہ جو دین اس زمانے اور اس قوم کے لیے مکمل ہے وہ اگلے زمانے اور

---

۵ مصنف ابن ابی شیبۃ:۱۹/۱۱۸(۳۰۰۴۹)،کتاب الزھد،ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، مؤسسۃ علوم القراٰن

آنے والی نسلوں اور قوموں کے لیے مکمل نہیں ہو گا بلکہ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین اور دوسری شریعت نافذ کی جائے گی، بخلاف شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو سب سے آخر میں نازل کی گئی، یہ ہر ملک، ہر قوم، ہر علاقہ اور ہر زمانے کے لحاظ سے کامل و مکمل ہے۔ اب وہ کسی زمانے سے مخصوص ہے نہ کسی خطے کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ ہی کسی ملک و قوم کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ قیامت تک کے ہر زمانے، ہر خطے، ہر قوم کے لیے یہ شریعت کامل و مکمل ہے۔[۶] یہاں جو اَکۡمَلۡتُ فرمایا تو اکمالِ دین کا مقصد یہ ہوا کہ قانونِ الٰہی اور احکامِ دین کے اس دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ آج پورا ہو گیا۔ اور اتمامِ نعمت کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان اب کسی کے محتاج نہیں رہے، حق تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے وہ غلبہ و قوت اور اقتدار عطا فرما دیا جس کے ذریعے وہ اس دینِ حق کے احکام کو جاری اور نافذ کر سکیں۔

اکمالِ دین کا مطلب حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ دین کو آج مکمل کر دیا گیا، اب نہ اس میں کسی زیادتی کی ضرورت باقی ہے نہ منسوخ ہو کر کسی کمی کا احتمال ہے۔[۷] چوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سلسلۂ وحی منقطع ہونے والا تھا اور بغیر وحی الٰہی کے قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا اس لیے حق تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کر دیا۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ
وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔

کسی کو دین میں کمی بیشی کا حق نہیں

چوں کہ دین مکمل ہو گیا لہٰذا اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس میں کوئی کمی بیشی

---

۶ البحر المحیط: ۴۴۱/۳، المآئدۃ (۳)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۷ الدر المنثور للسیوطی: ۱۷/۳، المآئدۃ (۳)، دار الفکر، بیروت

کرے کیوں کہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کی ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ فِیْہِ فَھُوَ رَدٌّ[۸]

جو شخص ہمارے اس دین میں ایسی چیز کا اضافہ کرے جو کہ دین میں نہ ہو وہ قابلِ رَد ہے۔

اب اگر آپ کے سامنے کوئی شخص دین بتا کر کوئی عمل پیش کرتا ہے اور اسے اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بتاتا ہے، جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کا ذریعہ بتاتا ہے تو آپ اس سے معلوم کریں کہ یہ چیز منقول ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں یہ چیز موجود ہونا ضروری ہے کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

اب اگر کوئی کہے کہ قرآن میں تو تھی مگر (نعوذ باللہ) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتلائی نہیں تو یہ رسالت پر اعتماد کو ختم کرنا ہے جو نہایت خطرناک بات ہے۔ رسول کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اللہ کے کسی حکم کو چھپائے۔ حق تعالیٰ کا حکم ہے:

یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ[۹]

اے اللہ کے رسول! آپ پہنچایئے ان چیزوں کو جو آپ پر نازل کی گئی ہیں
آپ کے رب کی طرف سے۔

لہٰذا نبی کے لیے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ اللہ کے احکام امت کو نہ بتلائے۔ اب اگر وہ چیز قرآن میں نہیں ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوگی کیوں کہ حدیث وحی غیر متلو ہے اور قرآن وحی متلو ہے۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[۱۰]

جو میرا رسول بتلائے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

---

۸ صحیح البخاری: ۱/۳۷۱ (۲۷۱۲)، باب اذا اصطلحوا علٰی جور فھو مردود، المکتبۃ المظھریۃ
۹ المآئدۃ: ۶۷
۱۰ الحشر: ۷

مثال کے طور پر قبر پر سجدہ کرنے یا اللہ کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے لٰہذا اس سے رک جانا چاہیے۔ اسی طرح شادی بیاہ میں غیر شرعی رسموں اور تیجہ، چالیسواں، برسی وغیرہ جیسی سینکڑوں رسمیں ہیں جو دین سمجھ کر کی جارہی ہیں ان سے بچنا چاہیے کیوں کہ ان کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اہلِ خانہ ایصالِ ثواب کے لیے تیسرے دن جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں۔

مُردوں کو ایصالِ ثواب کی حقیقت

سوچنے کی بات ہے کہ اگر کسی انسان کو حادثہ پیش آگیا، بے چارہ شدید زخمی اور تکلیف میں مبتلا ہے، اسے طبی امداد کی فوری ضرورت ہے، مگر اہلِ خانہ کہتے ہیں کہ ہماری خاندانی روایت یہ ہے کہ تین دن کے بعد طبی امداد دی جائے گی، وہ بے چارہ تو علاج کے انتظار میں دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ اسی طرح موت بھی ایک حادثہ ہے، مردے کو فوری طور پر ثواب کی ضرورت ہے۔ قبر میں دفن کرتے ہی مردے سے سوال جواب شروع ہو جاتا ہے، فرشتے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تمہارا رب کون ہے؟ مَا دِيْنُكَ؟ تمہارا دین کیا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال ہو گا کہ یہ کون ہیں؟[11] تو مردہ اس وقت مصیبت میں ہوتا ہے مگر اہلِ خانہ جہالت کی بنا پر تین دن تک اس کو تڑپاتے ہیں اور عشقِ رسول کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

عشقِ رسول اتباعِ رسول کے تابع ہونا چاہیے

یہاں والد صاحب حضرت والا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار اشعار یاد آگئے، فرماتے ہیں ؎

عشق کا اے دوستو ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بیزار ہو

---

[11] سنن ابی داؤد: ٢/٢٩٧، باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، ایچ ایم سعید

اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو

عشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جان فدا کرنے کو ہر دم سربکف تیار ہو

عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو گفتار ہو کردار ہو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عاشقِ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیجہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تیجہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیجہ نہیں کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیجہ نہیں کیا۔ غرض کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یا کسی دوسرے صحابی کا تیجہ، دسواں، چالیسواں یا برسی نہیں کی۔ عشقِ رسول کا دعویٰ کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ کون سچا عاشق ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا موجودہ دور کے عشقِ رسول کے دعوے دار؟

ایک غیر شرعی رسم سے چھٹکارے کا سبق آموز واقعہ

یہاں ایک سبق آموز واقعہ نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جسے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمایا ہے کہ بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہوگیا، اس کے سارے اعزاء و اقرباء جمع ہوگئے۔ رئیس زادے نے قسم قسم کے عمدہ کھانے پکوائے، جب کھانا چنا گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے آپ حضرات سے کچھ عرض کرنا ہے، پہلے میری گزارش سن لیجیے پھر کھانا شروع کیجیے، سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے، اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہر خاندان میں باپ کی حیثیت مرکزی نوعیت کی ہوتی ہے، آج ہمارے

گھر کی مرکزی حیثیت ہم سے جدا ہوگئی، میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر سے اُٹھ گیا، شدّتِ غم سے کلیجے ہمارے منہ کو آگئے اور آپ حضرات ہیں کہ آستینیں چڑھائے مرغن ولذیذ کھانا کھانے کے لیے تیار ہوگئے، کیوں صاحب یہی آپ کی ہمدردی ہے؟ کیا اسی طرح سے غم بانٹا اور ہلکا کیا جاتا ہے؟ افسوس صد افسوس! ہم پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے لیکن لگتا ہے کہ آپ کو اس کا کچھ احساس نہیں ہے، بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا، اب آپ کھانا شروع کیجیے۔ بھلا اب کون کھاتا، سب لوگ خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور رخصت ہوگئے۔ بعد ازاں رئیس زادے نے محلے کے غرباء کو بلوا کر تمام کھانا انہیں کھلا دیا، غریب لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگوں نے اس مروّجہ رسم کے بارے میں غور کیا اور سب نے بالاتفاق طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں شریعت کے خلاف تو ہیں ہی، عقل کے بھی خلاف ہیں اس لیے ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہیے۔ کسی نے اس رئیس زادے سے کہا کہ جب تم کو کھانا کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہہ دی ہوتی، اتنا انتظام کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ سمجھتے کہ اپنی بچت کے لیے یہ بات کی ہے، اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے کیوں کہ میں نے عمدہ سے عمدہ کھانے تیار کروائے تھے۔

دین کے احکام پر عمل کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات

غرض شادی بیاہ، خوشی غمی مسلمان کی ہر چیز عبادت ہے بشرط یہ کہ اس کا ثبوت موجود ہو۔ جتنی رسومات علاقائی، قبائلی، ملکی، اور خاندانی ہو رہی ہیں اس کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے کہ یہ حکم قرآن مجید میں ہے یا نہیں، حدیث پاک میں ہے یا نہیں؟ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دورِ نبوت کی ۲۳ سالہ مبارک زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ نہ کیا ہو اور محدثین نے اس کو نقل نہ کیا ہو، سب کو تلاش کر کے محفوظ کر دیا، کوئی حدیث ضایع نہیں ہونے دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی حصہ کسی سے مخفی نہیں ہے، ہر چیز کتابوں میں

موجود ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی بھی موجود ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے کہ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ میری سنتوں کو لازم پکڑلو، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی (۱۳سالہ مکی اور ۱۰سالہ مدنی زندگی) میں اس کو تلاش کیا جائے گا، اس میں نہ ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ[۱۲]

میری سنت اور (میرے بعد) خلفائے راشدین کی سیرت کو لازم پکڑلو۔

لہٰذا دیکھنا پڑے گا کہ خلفائے راشدین کی سیرت میں، ان کے اعمال میں یہ چیز موجود ہے یا نہیں؟ اسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو سال تین ماہ دس دن کی زندگی میں تلاش کیجیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال پانچ ماہ چار دن، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ سال گیارہ دن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چار سال نو ماہ دس دن میں تلاش کیجیے۔ اگر خلفائے راشدین کے دور میں بھی نہ ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ[۱۳]

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی بھی اقتدا کرلوگے نجات پاجاؤ گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت کم و بیش ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ اب دیکھنا ہے کہ کسی صحابی نے قبروں کو سجدہ کیا؟ کسی صحابی نے تیجہ کیا؟ چالیسواں کیا؟ برسی منائی؟ اگر نہیں منائی ہے تو دیکھنا ہے کہ ائمہ مجتہدین جنہوں نے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور بے شمار مسائل قرآن کریم سے، احادیث سے، آثارِ صحابہ سے استنباط کرکے امت کے سامنے پیش کردیے ان کے یہاں یہ رسمیں تھیں، اگر یہ رسمیں ان کے یہاں بھی نہیں پائی جاتیں تو پھر یہ کیسا دین ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ وہ دین نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عطا فرمایا تھا، لہٰذا اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ قبروں کو سجدہ کرو، قبروں سے اپنی مرادیں مانگو، زندہ پیروں کو سجدہ کرو، تیجہ کرو، چالیسواں کرو،

۱۲؎ جامع الترمذی: ۹۶/۲، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ایچ ایم سعید

۱۳؎ جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۵۵۶/۸ (۶۳۶۹)، مکتبة الحلوانی

غرض ان باتوں کو دین بتلایا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتائیں تو ایسا شخص گویا قرآن کریم پر اعتراض کرتا ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں ہے کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

قرآن نے چودہ سو سال قبل یہ اعلان کر دیا کہ آج دین مکمل ہو گیا۔ اب جو شخص دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتا ہے وہ گویا نعوذ باللہ! قرآن کے اس حکم کو صحیح نہیں مانتا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے کہ جو چیز آپ پر نازل کی گئی ہے وہ آپ نے ہمیں نہیں پہنچائی (نعوذ باللہ)! لہٰذا ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کو مخدوش قرار دیتا ہے، آپ پر اعتماد نہیں کرتا یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتلادیا تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تو خود عمل کیا نہ دوسروں تک پہنچایا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً[۱۴]

میری طرف سے جو چیز تم کو پہنچی اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔

تو یہ شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتا ہے۔ اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت پر اعتراض ہو تو پھر دین کے آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہ کیا جائے تو پھر تابعین کے پاس دین کیسے پہنچا، تبع تابعین کے پاس کیسے پہنچا، ہم تک کیسے پہنچا؟ پھر تو دین کے ہم تک پہنچنے کی کوئی صورت ہی نہیں رہے گی۔ اسی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد لازم ہے:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ[۱۵]

نقلِ دین میں سارے صحابہ عادل ہیں۔

---

[۱۴] صحیح البخاری: ۱/۴۹۲، (۳۴۶۱)، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، المکتبة المظهرية

[۱۵] الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱/۲۲، ثناء اهل العلم علی الصحابة، دار الکتب العلمية، بيروت

کسی بھی صحابی نے ساری عمر میں کوئی حدیث گھڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چیز بھی نقل کی بالکل صحیح نقل کی۔ اس لیے سارے کے سارے صحابہ عادل ہیں، کسی بھی صحابی پر جرح کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا[۱۶]

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے بعد میرے صحابہ کو ملامت کا نشانہ مت بنانا۔

جب اللہ نے ان پر اپنی رضامندی کی مہر لگادی، انہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ[۱۷] کا خطاب دے دیا تو کسی بندے کی کیا مجال ہے، کسی احمق، کسی بے وقوف کی کیا مجال ہے کہ ان پر تنقید کرے۔

خدا نے خود جنہیں بخشا رضا مندی کا پروانہ
ان ہی پر بعض ناداں کچھ گڑھا کرتے ہیں افسانہ

خدا کی رائے سے بھی منحرف ہے تو معاذ اللہ
میں کہہ دوں کیوں نہ اے ظالم تجھے پھر حق سے بے گانہ

احکامِ دین کی تبلیغ کے لیے صحابہ کرام کا طرزِ عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن مسجدِ نبوی میں منبرِ نبوی پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ سے احادیث بیان فرماتے تھے کہ سَمِعْتُ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ کہ میں نے سنا ہے ان قبر والے سے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ یوں ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک روز اپنے یہاں مجلس منعقد کرتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے تھے۔[۱۸]

ایک مرتبہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ

---

۱۶ جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۱۷ البینۃ: ۸

۱۸ صحیح البخاری: ۱/۱۶ (۷۲)، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، المکتبۃ المظھریۃ

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ہمارے سامنے حدیث بیان نہ کیجیے، بلکہ آیاتِ قطعیات یعنی صرف قرآن پاک کی آیات بیان کیجیے تو آپ نے اس کو قریب بلایا اور فرمایا کہ اگر قرآن کریم تمہارے حوالہ کردیا جائے تو قرآن میں ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ [١٩] تو تم کیسے بتلاؤ گے کہ پانچ وقت نماز کی تفصیل کیا ہے؟ فجر کی دو رکعت، مغرب کی تین رکعت، عشاء کی چار رکعت قرآن سے کیسے ثابت کروگے؟ زکوٰۃ کا نصاب کیسے بتلاؤ گے کہ سونے چاندی کا نصاب کیا ہے؟ کیا تم طواف میں بیت اللہ کے سات چکر، صفا و مروہ کے سات چکر قرآن سے بتلا سکتے ہو؟ وہ شخص خاموش ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ احادیث کو سنو، سمجھو اور ان پر عمل کرو تو راہِ راست پر رہوگے ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے، کیوں کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰـکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا [٢٠]

جس چیز کا حکم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

بدعت کی حقیقت

لہٰذا یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے دین کی کوئی بات پیش کرے تو اس سے دلیل مانگیے کہ کیا یہ قرآن میں یا حدیث میں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی میں اس کا ثبوت ہے؟ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں اس کا ثبوت ہے؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ہے؟ ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے یا نہیں؟ اگر کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے تو یہ چیز دین نہیں بن سکتی، یہ بدعت ہے، گمراہی ہے۔ ابنِ ماجہ کی حدیث ہے:

لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ لِصَاحِبِ بِدْعَۃٍ صَلَاۃً وَّلَا صَوْمًا وَّلَا صَدَقَۃً وَّلَا حَجًّا [٢١]

---

[١٩] البقرۃ:۴۳

[٢٠] الحشر:۷

[٢١] سنن ابن ماجۃ:۱۰(۴۵)، باب اجتناب البدع والجدل، المکتبۃ الرحمانیۃ

جو شخص بدعت میں مبتلا ہو اللہ تعالیٰ نہ اس کی نماز قبول فرمائیں گے نہ روزہ قبول فرمائیں گے، نہ صدقہ قبول فرمائیں گے نہ حج قبول فرمائیں گے۔

اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

مَنْ وَّقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ [۲۲]

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں اعانت کی۔

دوسری حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ فِیْهِ فَهُوَ رَدٌّ

جس نے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو دین میں نہیں ہے پس وہ قابلِ رَد ہے۔

یعنی جو شخص بدعات کو اختیار کرے گا وہ مردود ہے۔

شارح بخاری حافظ بدر الدین عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۵۵؁ھ بدعت کے معنیٰ یہ تحریر فرماتے ہیں:

وَالْبِدْعَةُ فِی الْاَصْلِ اِحْدَاثُ اَمْرٍ لَمْ یَکُنْ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ [۲۳]

یعنی بدعت دراصل دین میں ایسی نئی ایجاد کو کہتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔

بدعت نام ہے دین میں کسی نئی چیز کا ایجاد کرنا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے بدعت کی تعریف کی ہے اِحْدَاثٌ فِی الدِّیْنِ یعنی دین کے اندر کسی نئی چیز کو عبادت سمجھ کر ایجاد کرنا بدعت ہے، اور اِحْدَاثٌ لِلدِّیْنِ یعنی دین کے لیے کسی چیز کا ایجاد کرنا جیسے لاؤڈ اسپیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا، کوئی اس کو دین سمجھ کر استعمال نہیں کرتا ہے صرف آواز پہنچانے کے لیے استعمال ہوتا

۲۲؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱۲/۵۷ (۹۰۱۸) باب مجانبۃ الفسقۃ والمبتدعۃ، دار الفکر، بیروت

۲۳؎ عمدۃ القاری: ۸/۲۴۵، دار الفکر، بیروت

ہے، اسی طرح گھڑی پہلے نہیں تھی اب نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے، اسی پر اور چیزوں کو بھی قیاس کرلیا جائے۔ بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے ہر نئی چیز کو بدعت سمجھنے لگتے ہیں۔

دین کی کم فہمی پر ایک دلچسپ واقعہ

ایک دوست نے اپنا دلچسپ قصہ سنایا کہ میں مکۃ المکرمہ میں ہر نماز کے بعد تسبیح پڑھتا ہوا نکلتا تھا، ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ تسبیح بدعت ہے، میں نے بہت سمجھایا کہ یہ بدعت نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گٹھلیوں پر یا دھاگہ پر گرہیں لگا کر ان پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

كَانَ لَهٗ خَيْطٌ فِيْهِ عُقَدٌ كَثِيْرَةٌ[٢٤]

ایک دھاگہ تھا اس پر بہت سی گرہیں لگی ہوئی تھیں اس پر تسبیح پڑھتے تھے۔

مگر وہ نہ مانے، کہنے لگے کہ یہ تسبیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی۔ بس مجھ کو غصہ آگیا اور اس شخص کو کہا مَا كُنْتَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَاَقْتُلَنَّكَ تیرا وجود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تیرا وجود بھی بدعت ہے لٰہذا میں تجھے قتل کردوں گا۔ تجھ سے چھوٹی سی تسبیح برداشت نہیں ہورہی ہے، تو میں تیرا چھ فٹ کا جسم کیسے برداشت کرسکتا ہوں کیوں کہ تیرا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا۔

بدعت کی سزا

امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ[٢٥]

---

٢٤ مرقاۃ المفاتیح: ٣/٦٣(٩٦٧)، کتاب الصلوٰۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٢٥ صحیح البخاری: ١/٢١(١٠٩)، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ المظہریۃ

جس شخص نے جان بوجھ کر جھوٹی حدیث کی نسبت میری طرف کی، اسے
چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

وَالْاَمْرُ ھٰهُنَا بِمَعْنَى الْخَبْرِ یہ حکم بمعنیٰ خبر کے ہے یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہی بن گیا۔

اہلِ بدعت کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر سے دھتکار کر بھگا دیں گے اور فرمائیں گے: سُحْقًا سُحْقًا دور ہو دور ہو۔ حالاں کہ جو ایک مرتبہ اس سے پانی پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔[۲۶] ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حوضِ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں جو موتی اور یاقوت پر بہتی ہوگی، اس کی مٹی مشک سے زیادہ پسندیدہ اور خوشبودار ہوگی، اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا۔[۲۷]

رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائیں اور بدعت سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صراطِ مستقیم کے بارے میں حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ صراطِ مستقیم دراصل سنت کا راستہ ہے جس کا ایک سرا دنیا میں ہے اور دوسرا سرا جنت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی اور آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور ہماری سیرت اور صورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو جائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

❁❁❁❁

---

۲۶ صحیح البخاری: ۲/۹۷۴ (۶۶۲۴)، کتاب الحوض، المکتبۃ المظہریۃ
۲۷ جامع الترمذی: ۲/۱۷۴، باب ومن سورۃ الکوثر، ایچ ایم سعید

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِاعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهٗ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب
اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں، خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے، اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ)
سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملہ میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بد دُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بد دعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ

اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) دُرود شریف کی۔

سنت کی اتباع کرنا اور بدعت سے بچنا دین کے ضروری اوامر میں سے ہے۔ سنت کیا ہے اور بدعت کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں اس کی تفصیل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آگاہ فرمایا اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ساری زندگی اس پر عمل پیرا رہے۔ اسی لیے صحابہ کو روشن ستارے قرار دے کر ان کی اتباع کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

زیرِ نظر وعظ "شاہراہِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم" میں حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں پر چلنے اور رسم و رواج کے نام پر پھیلنے والی بدعتوں اور ان سے بچاؤ کے قابلِ عمل طریقوں پر سیر حاصل بیان فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس وعظ کا مطالعہ دین کے علم میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس علم پر عمل کرنے میں بھی معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

www.khanqah.org